ISSN:3007-3324(P) Tashkeel e Jadeed volume:2, Issue:2, January to June 2025
ISSN:3007-3316 (E) Email: tashkeele.jadeed@aiou.edu.pk

مظہر علی عباس
انسٹرکٹر کالج آف ایجوکیشن سکردو، بلتستان ای میل:mazharaliabbas57@gmail.com

بلتستانی شعرا پر اقبال کے اثرات کا توضیحی مطالعہ

An explanatory study of Iqbal's influence on Balti poets

Abstract:

Allama Iqbal was one of those poets who gave people a dream, a new aspiration. Allama Iqbal was that brilliant poet of the Indian subcontinent who changed the course of time with his poetry. Iqbal's poetry is universal, and its effects have reached the land of Baltistan. Poets of Baltistan have also benefited from Iqbal's thought consciously and unconsciously. In the present era, where a lot of research is being done on Iqbal Studies, it is important to see how the poets of Baltistan adopted Iqbal's thought and to what extent they were able to access Iqbal's real thought. This article examines the intellectual impact of Iqbal on these Baltistan poets.

Keywords: Baltistan, Iqbal, poets, thoughts, era

اشرف المخلوقات کا درجہ لینے اور ملنے کے بعد انسان اس شش و پنج اور کشمکش میں مبتلا ہے کہ کیا واقعی ابن آدم اس سیارے کی افضل ترین ہستی ہے؟ کیونکہ جن آلام و مصائب کا شکار یہ دنیا اور دنیا والے ہیں اس سے حضرت انسان ہونے پر سوالات اٹھتے ہیں۔ جس عقل کی بنیاد پر انسان اپنے آپ کو اشرف المخلوقات سمجھ بیٹھے ہیں وہ تو جانوروں اور حیوانوں میں بھی نظر آتی ہے اور کمال نظر آتی ہے، اس سے ایک بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ عقل سے بڑھ کر بھی کچھ ہے۔ دنیا کا مطالعہ، انسانوں پر گزرے حالات و واقعات کا مطالعہ، تاریخ کا مطالعہ، ماضی کے جھروکوں میں جھانکنا، دراصل زندگی کی پیچیدگیوں سے نکلنے کے لیے ایک ممکنہ حل کی تلاش تھی اور زندگی کی اُلجھی گتھی سلجھانے کے لیے تھی۔ دنیا کو براعظموں میں تقسیم کرنا اور سرحدوں کی

تقسیم بھی اسی سلسلے کی ہی ایک کڑی تھی، مگر لالچ، طاقت، حکمرانی کے خواب اور مفادات کی جنگ نے اس عمل کو خوف ناک بنادیا۔ ایک پُر امن ریاست کا خواب ہی تھا کہ جس کے لیے برصغیر میں مسلمانوں کے دلوں میں آزادی کے نغمے بجنے لگے اور ایک بڑی جدوجہد اور قربانیوں کے بعد آخر کار وطن عزیز پاکستان 14 اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آیا۔ آزادی صرف ایک لفظ نہیں، ایک نعمت ہے، ایک نشہ ہے۔ پاکستان وجود میں آنے کے بعد آزادی کے نغمے تھمے نہیں بل کہ پاکستان کے شمالی علاقہ جات (گلگت بلتستان) میں یہ نغمے گونجنے لگے اور گونج کی یہ لہر گلگت پہنچی اور یکم نومبر 1947ء کو گلگت آزاد ہوا پھر آزادی کا کارواں بلتستان کی طرف بڑھا اور پاکستان کی آزادی کے ایک سال بعد بڑی جدوجہد اور خونی دریا پار کرنے کے بعد آخر کار 14 اگست 1948ء کو بلتستانیوں نے بھی اپنے آپ کو سکھ سرکار ڈوگرہ راج سے غلامی کا طوق گلے سے اُتار کر نجات حاصل کرلی۔

اپنے آپ کو آزاد کرنے کے بعد گلگت بلتستان کے عوام نے پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کرلیا اور پاکستان نے اس علاقے کو وفاق کے زیر انتظام کر دیا۔ گلگت بلتستان کی حالیہ حیثیت ایک عبوری صوبہ کی سی ہے جب کہ گلگت بلتستان کے عوام خواہش اور دیرینہ مطالبہ مکمل آئینی صوبہ ہے اور سالوں سے اس انتظار میں ہے کہ کب وعدہ وفا ہوتا ہے۔ گلگت بلتستان کی آزادی کے اسباب و محرکات میں برصغیر کے سیاسی حالات و واقعات کے بڑے اثرات ہیں۔ سیاسی حالات و واقعات ہمارے مضمون کا حصہ نہیں البتہ اس خطے کی آزادی میں شعراء و ادبا کا بڑا کردار رہا ہے۔ شاعری، پانی کے اُس ٹپکتے قطرے کی مانند ہے جو آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے پہاڑ میں شگاف کر دیتا ہے۔ بلتی شعراء کی شاعری نے بلتستان میں ویسی ہی روح پھونکی جیسی علامہ اقبال نے ہندوستان کے تنِ مُردہ میں پھونکی تھی۔ رہی بات گلگت بلتستان کی آزادی کی، تو یہ باب طویل ہے جتنا طویل ہے اُتنا دردناک بھی، اس لیے یہ داستان پھر کبھی۔

اس مضمون میں ہم یہ دیکھنے، جانچنے اور پرکھنے کی کوشش کریں گے کہ بلتی شعراء کے شاعرانہ موضوعات کس حد تک اقبال کے شاعرانہ موضوعات اور فکری جہات سے تال میل کھاتے ہیں۔ یہ دیکھنا ضروری نہیں بل کہ واجب ہے کہ ایک پلڑے میں اقبال جیسا نگری نگری پھرنے والا شاعر، درجنوں مفکرین کی صحبتوں سے فیض پانے والا، اعلیٰ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل دانشور، مفکّر اور مصوّر اور دوسری طرف بے آب و گیاہ پہاڑوں میں بسنے والے تُشنہ باشندے۔

گلگت بلتستان کا ایک مختصر نقشہ بھی قارئین کے لیے جاننا ضروری ہے۔ جنھوں نے دیکھا ہو، وہ جانتے ہیں کہ یہاں ہر موڑ نئی زندگی نظر آتی ہے۔ پہاڑی دیواروں میں مقیّد بہتر ہزار سات سو اکیانوے کے رقبے پر پھیلا ہوا یہ علاقہ انتظامی طور پر دو ڈویژن پر مشتمل ہے، گلگت اور بلتستان۔ لگ بھگ بیس لاکھ کی آبادی پر مشتمل یہ خطہ دس اضلاع میں منقسم ہے۔ گلگت انتظامی طور پر ہیڈ کوارٹر ہے جب کہ سکردو یہاں کا بڑا شہر ہے۔ سکردو، بلتستان ڈویژن کا حصہ ہے۔ گلیشیرز، جھیلوں اور دریاؤں کا مسکن اور ساتھ ساتھ بلند و بالا بنجر پہاڑوں اور بے آب و گیاہ تپتے میدانوں کی سرزمین۔

واسیان بلتستان کو اقبالؔ، آزادی کے بعد ملا لیکن اقبال کی جیسی شاعری پہلے ملی۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اقبال ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہت شاعر تھے اور ان کے شعری موضوعات میں جو تنوع اور بو قلمونی نظر آتی ہے، وہ دوسرے شعرا میں ملنا محال ہے۔ تاہم یہ مطالعہ اس بات کو واضح کر دے گا کہ کیچڑ میں کنول کی مانند اور کوئلوں میں ہیروں کی مانند، بلتستان کے ان بنجر پہاڑوں کے بیچ ذرخیز دماغ کے شعراء بھی ہوئے ہیں جن کی شاعری میں اقبال کی جیسی فکری بلندی، وسعتِ تخیل اور گیرائی و گہرائی بدرجہ اتم موجود ہیں اور قارئین یہ سوچنے پہ مجبور ہو جائیں گے کہ فکری بلندی جگہ کا محتاج نہیں۔

پہاڑی سلسلوں میں گھرا یہ وادی، بلتستان اقبال جیسے شعرا سے خالی نہیں رہا ہے۔ یہی دیکھنے کے لیے اب ہم اقبال اور بلتی شعرا کے چند اہم اور چیدہ چیدہ منفرد، مشترک موضوعات کو زیرِ تحریر لاتے ہیں۔

بحیثیت مسلمان، ہمارے ہر قسم کے کام کی ابتدا اُس رب کے نام سے ہوتی ہے۔ خدا، انسان کی منتہائے خیال کا ایک خوبصورت صلہ ہے اور لاکھوں انسانی اذہان اور لاکھوں برسوں کی فکری کاوش کا نتیجہ ہے۔ کسی نے خدا کہا، کسی نے ایشور اور بھگوان کی صورت میں پایا، کوئی گاڈ کہہ کر دلی قرار پاتا ہے، کسی کے ہاں یہ خالق، رازق اور مالک ہے تو کسی کی سوچ اور فکر میں خدا، قدرت اور فطرت کا نام ہے۔ کوئی خدا کو احساس کا نام دیتا ہے اور کوئی اُسے اپنی ذات میں محسوس کرتا ہے۔ خدا پر بحث لا حاصل ہے لیکن انسانی دماغ میں جب طغیانی آتی ہے تو سمندری طوفان کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ طغیانی ایسے نہیں جاتی۔ بحث پھر خدا اور خدا کی ذات تک نہیں رہی، ہمہ اوست اور ہمہ از اوست کی فلسفیانہ بنیادیں تشکیل پا کر نئے نئے افکار اور نظریات جنم لیے۔ اِن افکار و نظریات کی روشنی میں مذہب والوں نے خدا کی اپنی ایک توضیح و تشریح کر ڈالی، فلسفیوں نے اپنا ایک خدا بنا لیا، صوفیوں نے اپنی تعبیر کر ڈالی، ملاؤں اور واعظوں نے بھی ستاروں پہ کمند ڈال کر آسمان پہ آخر ڈھونڈ نکالا۔ مجھے غرض اقبالؔ اور بلتی شعراء کے خدا اور خدا شناسی سے ہیں۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟ کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ ساز گار خاک یہ کس کی ہے؟ کس کا ہے یہ نورِ آفتاب
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب؟
وہ خدایا! یہ زمین تیری نہیں، تیری نہیں تیرے آبا کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں (۱)

کائنات پر غور و فکر قرآنی طرز تعلیم ہے۔ تدبر اقبال کی شاعری کا بھی نمایاں عنصر ہے۔ تدبر اور غور و فکر کا رنگ بلتی شعراء میں بھی خوب نظر آتا ہے۔ جو انسان بصارت اور بصیرت کی آنکھ سے اپنے ارد گرد دیکھتا ہو اُسے ہر نمود میں معجزہ دکھائی دے گا۔ اقبالؔ کے مذکورہ بالا اشعار میں خدا کے

وجود کے بارے میں ایک سوالیہ انداز اپنایا ہوا ہے جب کہ بلتی شعراء بواعباسؔ (بلتی زبان میں "بوا" بڑے بزرگ کو مخاطب کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے) اور بواجوہر کے کلام میں آپ جوابیہ انداز دیکھیں گے۔ مضمون مشترک ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ہلتوسی کھوئے سترونگ لوبی بزوسترو نگمی فری شاہ گلاب

ژھوقی نیزو نگلہ خلونی سکوریوزونے بدر چوکسید

ہلتوس عدالت پولہ کھوئے سے غدونگنی کھہ بثی کھاؤ

ریونی سی پھستپنہ یار ژھت کلے ناغزر چوکسید

کھوانگ خدا ان مونوزن گوالہ کھوری بژن کُن لا

توس توسینگ تنگسے نبی سنینگ لہ چوغی بیر چوکسید (۲)

ترجمہ:

[اُس ذات کی حکمت دیکھیے کہ گلاب کی حفاظت کے لیے کانٹوں کے تیروں کو تیز کر رکھا ہے۔ اُس کی عدالت دیکھیے کہ زمین پر پڑی برف کو گرما کر بخارات بناتے ہیں پھر ابر کی صورت برساتے ہیں۔ اپنی پہچان کے لیے انہوں نے ہر دور میں نبی بھیج کر لوگوں کے دلوں میں پیوند لگایا ہے۔]

بواعباس کے یہ اشعار فلسفہ، مذہب اور سائنس کا حسین امتزاج ہے۔ ربّ کی خلاقیت زرا دیکھ لیجئے کہ گلاب کے گرد کانٹوں کا جال بُنا ہے اور اُن کانٹوں کو تیز رکھنے کے لیے ہوا کی سان بنائی ہے۔ بلتی لفظ "سکوریو" سان یا فسان کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ "فساں" اُس پتھر کو کہتے ہیں جس سے تلوار کی دھار کو تیز کرتے ہیں۔ اقبالؔ نے ایک جگہ یوں فرمایا ہے:

؎ خودی کا سرِ نہاں، لا الہ الا اللہ خودی ہے تیغ، فساں لا الہ الا اللہ (۳)

یعنی لا الہ الا اللہ ہی وہ فساں ہے جس سے خودی کی تلوار کو تیز کی جا سکتی ہے اور خودی سے خدا ہے، خدا سے خودی ہے دوسری طرف بواعباس کے نزدیک طلسمِ رنگ و بو، وہ فساں ہے جو ہمارے دلوں کو منوّر کرتا ہے اور ربّ تک پہنچنے کا وسیلہ بنتا ہے۔ بواعباس نے اپنے ان اشعار میں جہاں اللہ کی حکمتیں بیان کی ہوئی ہیں وہیں عمل تبخیر اور تکثیف جیسی اصطلاحات کو موضوع بنا کر سائنسی اندازِ فکر بھی اپنائی ہے۔

اب ذرا دوسرے بلتی شاعر بوا جوہر کے جوہر دیکھتے ہیں:

تانار یخسوک دینے جنوپے میثیکھ روزی کژالیددرا بیاسے

ستروق چھققو چو عیکھر گونہ ستروق منقی چھدیکھا

کھوری حکمت پوہلتوسی لے کھیری مکپوفیسے ہلتوس ژامڑے چھوڈید مگی تنیکھا

لوکھوریگ فروسنہ بجی بیس میول لہ ہواپودی نیمہ گژ نگس نہ ژھدیکھ

نداگ آدم کُنی رگو نگلہ ہلتوسی ہرژینہ شہ نابخسپہ سکونے رسپوئی گدیکھا (۴)

ترجمہ:

[اُس ذات کے نام سے اب میں شروع کروں جو ہر خلق کو روزی عطا کرتا ہے کہ جس کی اُس نے ذمہ لی ہے، جس نے سال میں چار موسم بنائے، اُس کی حکمت، ہماری آنکھوں کے دائرے میں سما نہیں سکتے۔ دیکھ انسان کو کیسے خلق کیا ہے کہ ہڈیوں پہ گوشت اور رگوں کا جال پہنایا ہوا۔]

یہ صرف شاعری نہیں ہے، لفاظی نہیں ہے بل کہ یہاں بھی فلسفہ اور سائنس یکجا نظر آتا ہے۔ فلسفہ کے سمندر میں غوطہ لگائے بغیر خدا کی ذات کو پانا ممکن بھی نہیں۔ اقبال اور بلتی شعراء کے وسیلے سے اس مضمون کو ذکرِ خدا سے شروع کرنے کے لیے اشعار کے یہ نمونے پیش کیے ہیں۔ ورنہ نام خدا پہ بحث، ہماری کیا بساط! البتہ ایک نکتہ یہ واضح ضرور ہو جاتا ہے کہ اقبال اور بلتی شعراء کے نزدیک رَب اپنے بندوں سے دُور نہیں ہو سکتے اگر بندہ، بندگی کی انتہا کو پہنچ جائے تو رَب کو پالیتا ہے۔ شانِ خداوندی کے بعد چند شعری نمونے حبیبِ کبریا خاتم النبیینؐ کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ حضورؐ کی ذات ایسی نہیں کہ صرف مدح سرائی پر اکتفا کیا جائے کہ اسی سے زندگی کے سارے مقاصد حاصل ہو جائیں اور دنیا میں سرخرو ہو جائیں۔ علامہ اقبالؒ نے حضورؐ کی ذات، سیرت، صورت، ان کے اخلاق، اُن کا طرزِ سلوک، ان کی سوچ، فکر، بصیرت، غرض کوئی پہلو ایسا نہیں جس کو شاعرانہ پیرائے میں نہ باندھا ہو۔ اور پھر ان کی شاعری کا محور صرف مدح سرائی نہیں بل کہ انسانوں کی رہنمائی ہے۔ وہ حضورؐ کی ذات سے استفادہ لے کر انسان کو مردِ مومن کا مقام دلانے کا خواہاں ہے اور اقبال کے نزدیک یہ ناممکن بھی نہیں۔

؎ سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے

کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں (۵)

ISSN:3007-3324(P) Tashkeel e Jadeed volume:2, Issue:2, January to June 2025
ISSN:3007-3316 (E) Email: tashkeele.jadeed@aiou.edu.pk

اس شعر کا محور واقعہ معراج ہے۔ صرف واقعہ کی نشاندہی نہیں بل کہ انسان کو انسانیت کے معراج پر لے جانا اقبال کا ہدف ہے۔ اسی مضمون کو بلتی شاعر بو اعباسؔ نے کچھ یوں پیش کیا ہے:

میول گانگمہ خدا اس یری لقپینگنو بورین چہ

یودپوچہ عجب خلونگ یری سحم لہ سکورین چہ

یودپنہ یاری چوکی لاز گوسے کھورین چہ

نیمہ ینگ لحتپ خنمیننگ سکلفو محمدؐ (۶)

ترجمہ:

[کائنات کو اللہ نے آپؐ کے ہاتھ میں دے دیا، اس میں کوئی عجب نہیں کہ ہوا آپؐ کے اشاروں پہ چلتی ہے، آسمان بھی آپؐ کے سامنے جھک کے گھوم رہا، آپؐ کی ہی ذات ہے جو ڈوبتے سورج کو واپس لایا۔]

اب دیکھئے، ان اشعار کے موضوعات اور فکری انداز میں کتنی مماثلت اور یکسانیت موجود ہیں۔ بو اعباس فرمارہاہے کہ "اللہ نے کائنات کو حضورؐ کے ہاتھ میں تھما دیا ہے"۔ جب کہ اقبال فرمارہاہے کہ واقعہ معراج وہ نکتہ ہے جس سے ہم یہ بات آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ آسمان انسان کی پہنچ سے باہر نہیں۔ اب اس بات کا فیصلہ قارئین کریں کہ اللہ نے کائنات حضورؐ کے ہاتھ میں تھمادی یا حضورؐ کی بندگی، انہیں اِس مقام تک لے گئے۔ مجھے تو دونوں صورتوں میں انسان کی عظمت، بلندی اور معراج نظر آتی ہے۔ سید عباسؔ شاہ نے اپنے اشعار میں سورج لوٹانے کے واقعے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ یہ طاقت حضورؐ کے پاس ہی تھی اور کیوں نہ ہو: اقبالؔ کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو:

ہاتھ ہے اللہ کا بندہء مومن کا ہاتھ

غالب کار آفرین، کار کشا، کار ساز (۷)

اور یہ حقیقت حضورؐ سے ہی انسانوں پر آشکار ہوئی، حضور کی ہی ذات ہے جو کائنات، خالق کائنات اور وجہء تخلیق کائنات اور انسان کو سمجھ سکتا ہے، لولاک کے نکتے کی تسخیر صرف عقل سے ممکن نہیں:

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک

جہاں تمام ہے میراث مرد مومن کی میرے کلام پہ حجت ہے نکتہ لولاک (۸)

عقل رہنمائی کرتی ہے، پیچیدگیوں اور الجھنوں کا ادراک نہیں کر سکتی۔ جہاں عقل کا سفر ختم ہو جائے وہیں سے جنون اور عشق کی ابتدا ہوتی ہے۔ جنون اور عشق کے بغیر حضورؐ کی ذات کو سمجھنا ناممکن ہے۔ یہاں اقبالؔ اور بو اعباسؔ کے مضمون سے جڑا ہوا نکتہ ،لولاک پر بلتی شاعر حسین علی خان محبؔ کے یہ اشعار دیکھیے:

محمدؐ نا علی ان ہلڑ خمہ دسوٗ یے نور یکھ چھد فو

خدا کھوانگ ہلتسمی فیاعالم لا ستنگفی نوری عود پوان

برانی سنود لا ہلتسے چھوڈ تھکسی شزدیو خدا ستمگ نا

رسولؐ خلق پو لولاک شزدیو چھوڈپی سنود پوان (۹)

ترجمہ:

[محمدؐ اور علی خدا کے ہی نور سے خلق ہوئے ہیں، اور خدا نے اپنی پہچان کے لیے ان کو خلق کیا۔ یہی وہ ہستیاں ہیں جو خدا کا ادراک کر سکتا ہے۔ ان کے دل میں خدا سما سکتا ہے۔]

مشہور حدیث ہے کہ "میں نے مخلوق پیدا کیے تا کہ میں پہچانا جاؤں"۔ قرآن کی سورہ البقر میں ہے کہ "اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر ایک نائب بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا، کیا تو زمین میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو فساد پھیلائے اور خون بہائے، حالاں کہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں، فرمایا: میں جو کچھ جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے"۔ (سورہ البقر آیت 31-30)

جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ اور حضورؐ کی ذات پہ وہ نکتہ تمام ہوا۔ حضرت محمدؐ کا مقام و مرتبہ اتنا بلند تھا کہ تمام بشر کو اشرف المخلوقات کہہ کر پکارا گیا۔ اسی لیے تو اقبالؔ نے فرمایا تھا: ع "کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں"

بندگی، ایمان، عشق اور حق پرستی کی اور دنیا دیکھنی ہو تو ہم اہل بیت اطہار کی طرف چلتے ہیں۔ ان ہستیوں کے بغیر تو تاریخ انسانی بھی ادھوری ہے تو شاعری کیسے مکمل ہو سکتی ہے۔ اور ویسے بھی مدحتِ اہل بیت کے ذکر کے بغیر اقبال کی شاعری بھی ادھوری ہی ہے کہ یہی ہستیاں تو اقبالؔ کے نزدیک دین اسلام کا عملی نمونہ ہے۔ یہی ہستیاں ہیں جن سے عالم بشریت نازاں ہے۔ درس و تدریس سے وابستہ شخصیات اس نکتے کو بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سکول میں یا کالج میں چند ایک طلبہ کی اچھی کارکردگی پورے ادارے کی نیک نامی کا باعث بنتا ہے اور کبھی کبھی اس کا الٹ۔ کبھی کسی ایک کی شرارت کی سزا پوری کلاس کو ملتی ہے تو کبھی ایک دو کی وجہ سے پوری کلاس کی سزا معاف بھی ہو جاتی ہے۔ یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ یہ دنیا چند ہستیوں کے طفیل قائم ہے باقی سب طفیلیے ہیں۔ البتہ ہم اس خوش فہمی میں ضرور مبتلا ہیں کہ دنیا ہماری وجہ سے قائم و دائم ہے۔

دنیا عظیم ہستیوں اور شخصیات سے کبھی خالی نہیں رہی۔ حق کے پرستار ہمیشہ اور ہر جگہ رہے ہیں۔ چینی کنفیوشس پہ نازاں ہیں، یونانیوں کے پاس حق کے لیے زہر کا پیالہ پینے والا سقراط تھا، ہندوؤں کے پاس رام کتھا ہے تو بدھ مت کو گوتم بدھا کی صورت میں نروان حاصل کرنے والا پیغمبر ملا، مسلمانوں کے آنگن میں بھی خاندان رسالت کی صورت میں ایک ایسا گلدستہ موجود ہے جس میں بوڑھے سے لیکر جوان، خواتین اور بچوں تک سب جذبہء حق سے سرشار کہ جس کی تاریخ عالم میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اِس میں کوئی دو رائے نہیں کہ اشاعت اسلام میں حضرت خدیجہؓ کے مال و دولت سے لے کر اصحاب رسولؐ تک کی خدمات اور قربانیاں شامل رہیں لیکن اسلام میں حق کی آبیاری کے لیے جب بھی خون کی ضرورت پڑی تو یہ قربانی خاندان رسالت کے حصے میں آئی۔ اس لیے تو اقبالؒ نے فرمایا تھا:

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم

نہایت اس کی حسین، ابتدا ہے اسماعیل (۱۰)

اسلام کے لیے حسینؓ کی قربانی سے کس کو انکار ہے۔ بو اعباس کی زبان سے سنئے:

؎ نی خوجا سی چھوسی تھیعہ سکورے سترؤ بیعہ بو بوژ ھونگ

لُوسے یودد خسنی من شیعہ لالقتو حغی چھوس (۱۱)

میرے حسینؓ نے دین کے لیے اپنی اور اپنی اولاد کی جان فدا کر دی اور آج مسلمانوں کے پاس جو سچا دین ہے، وہ انہی کی دَین ہے۔

مدحتِ اہل بیتؑ میں بھی اقبال اور بلتی شعرا ہم نوا و ہم زبان نظر آتے ہیں۔ نمونے کے طور پر "در معنی حریت اسلامیہ و سر حادثہ کربلا" سے یہ شعر:

؎ درمیانِ امت آں کیواں جناب

ہمچو حرف قل ھو اللہ در کتاب (۱۲)

حسینؓ کی حیثیت امت کے درمیان وہی تھی جو سورہء اخلاص (قل ھو اللہ) کو قرآن کے درمیان حاصل ہے۔

بلتی شاعر بواعباسؒ نے اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے:

؎ ابوچو ناباپی فیقپو حمد ژوخ پومثانی ان

یدانگ ساقل ھواللہ دوچشم ژوخ پوان رینگپا (۱۳)

کہ نانا(حضرت محمدؐ)اور بابا(حضرت علیؓ) جس طرح حمد کی طرح مثانی ہے آپ دونوں(حسنؓ اور حسینؓ) بھی سورہ قل ھواللہ کے دوچشموں کی مانند ہے۔"مثانی"لغوی اعتبار سے مکرر یا دہرایا جانے والا، کے معنوں میں آتا ہے۔ بواعباس نے اپنی شاعری میں یہ واضح کیا ہے کہ محمدؐ اور علیؓ مثانی کی صورت ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑا ہوا ہے، پیوست ہے۔ ایک کے ذکر کے ساتھ دوسرا خود بہ خود آئے گا۔

قرآن میں سورہ حمد کو مثانی سورہ کہا جاتا ہے کہ ہر رکعت میں اس کی آیات دہرائی جاتی ہیں۔ علامہ اقبال اور بواعباس کے ان اشعار میں جو غور طلب نکتہ ہے وہ حسینؓ کو مثل قل ھواللہ قرار دینا ہے۔ قرآن صرف مسلمانوں کی ایک مقدس کتاب نہیں بل کہ تمام انسانیت کے لیے رازِ حیات ہے اور قرآن کا محور "توحید" ہے۔ باالفاظ دیگر حسینؓ کی ذات صرف مسلمانوں یا کسی خاص طبقے کا نہیں بل کہ عالم انسانی کا محور ہے۔

اس آرٹیکل کی طوالت کے ڈر سے زیادہ نمونے کے اشعار دینے سے گریز کر رہا ہوں ورنہ ہر عنوان پر اقبال اور بلتی شعراء کے سینکڑوں اشعار مل جاتے ہیں البتہ مدحتِ اہل بیت میں حضرت فاطمہ زہراؑ کے حوالے سے چند اشعار کا ذکر ضروری ہے۔ اقبال فرماتے ہیں:

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز　　از سہ نسبت حضرت زہراؑ عزیز

نور چشم رحمتہ للعالمینؐ　　آں امام اولین و آخرین

بانوئے آں تاجدار ھل اتیٰ　　مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا(۱۴)

حضرت مریمؑ تو حضرت عیسیٰ سے مادرانہ نسبت کی بنا پر عزیز ہیں جب کہ فاطمہ زہراؑ ایسی تین نسبتوں سے عزیز ہیں۔ پہلی نسبت یہ کہ آپؑ حضرت محمدؐ رحمت اللعالمین کی نور نظر تھیں، جو پہلوں اور پچھلوں کے امام تھے۔ دوسرے آپؑ تاجدار ھل اتی کی حرم تھیں جو شیر خدا تھے اور مشکلیں آسان کر دیتے تھے۔ تیسری نسبت دیکھنے کے لیے اقبال کا یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیں:

مادر آں مرکز پرکار عشق

مادر آں کارواں سالار عشق (۱۵)

آپؓ اُن دو عظیم ہستیوں کی ماں تھیں جن میں سے ایک عشق حق کی پرکار کے مرکز بنے اور دوسرے کو عشق حق کی قافلہ سالاری ملی۔ یہاں ان دو عظیم ہستیوں سے مراد حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ ہیں۔ جس ذات کی پرورش آغوش حق میں ہوئی ہو ایسے بیٹوں کے لیے اپنی مائیں قابل فخر اور اُن ماؤں کے لیے ایسے بیٹے لائق شان۔ حضرت فاطمہ زہراؓ کی نسبت اقبال کا یہی موضوع سخن، بلتی شاعر بو اعباس کے ہاں اس انداز میں ملتا ہے:

اشی پاس فسلفی نبی ؐبلا شخمہ بونو فاطمہؓ ان

حسنینی غدونی نو سنینی رگنو فاطمہؓ ان

حسی
تھونموانولا لزود ناہیے سکیسپہ ناژدخ

حسنینؓ ژدخ بوچونی بلا شخمہ زیزیو فاطمہؓ ان (۱۶)

فرماتے ہیں کہ فاطمہ زہراؓ، تمام انبیاؑ کے سپہ سالار رحمت دو عالم کی بیٹی ہے، حسنینؓ کے چہرے کا نور اور دل کی خوشی ہے۔ جس طرح چاند اور سورج آسمان کے نور ہیں اسی طرح حسنینؓ کی عظیم ماں فاطمہ زہراؓ ہیں۔ مختصر کلام یہ ہے کہ ان ہستیوں کی ذات وحیات کو سمجھنے کے لیے انسان کا اعلیٰ وارفع خیال کا مالک ہونا ضروری ہے۔ ایسا انسان جو ذات پات، تعصب، رنگ و نسل کے قید سے آذاد ہوں، ورنہ ہماری زندگیاں میلاد اور عُرس میں تو گزر جائیں گی جب کہ زندگی کا فلسفہ دور کہیں رہ جائے گا۔ فلسفہء حیات فاطمہ زہراؓ کے حوالے سے اقبالؒ مزید فرماتے ہیں:

سیرت فرزند ہا از امہات جوہر صدق وصفا از امہات

مزرع تسلیم را حاصل بتولؓ مادراں را اسوہ کامل بتولؓ (۱۷)

بیٹیوں کی سیرت ماوں کی آغوش میں تیار ہوتی ہیں، انسانی فطرت میں سچائی اور پاکیزگی کے جو جوہر ہیں، وہ ماؤں ہی کی تربیت سے چمکتے ہیں تسلیم کی کھیتی کا حاصل حضرت فاطمہ تھیں اور آپؓ مسلمان ماؤں کے لیے اسوہء کامل بن گئیں۔ اقبالؒ کے یہ اشعار اسوہ اہل بیت کا نچوڑ ہیں اور تعلیمات اسلامی کا خلاصہ ہے۔ اقبال کا ہر شعر بیداری کا عنصر لیے ہوتا ہے، تحریکی پہلو لیے ہوتا ہے۔ اُن کے نزدیک شاعر جزو است پیغمبری ہے۔ شاعری وہی ہے جو زندگی کی رہنمائی کریں۔ اقبال کی شاعری میں ایک اہم موضوع عقل و عشق ہے۔ عقل و عشق پر جب اقبال کے اشعار پڑھتے ہیں تو ہمیں اُس میں مولانا رومی کے افکار کی بازگشت سنائی دیتی ہے اور کیوں نہ ہو، اقبال مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا روحانی پیر مانتے تھے۔ مفکّرین، دانشوران فکر و فن اور شعراء کے ہاں عقل و عشق ہمیشہ سے موضوع سخن رہا ہے۔ عقل و عشق، دونوں کی ابتداء "عین" ہے لیکن زاویہء نگاہ مختلف ہے۔ عقل کا لغوی مطلب فہم، ادراک اور سمجھ کے ہیں جب کہ عشق کے کئی معانی ہیں۔ اہل لسانیات کے مطابق محبت کا حد سے گزرنا عشق ہے، فارسیوں کی اصطلاح میں رخصتی سلام کو

عشق کہتے ہیں۔ اُردو میں "عشق "اُس سلام کو کہتے ہیں جو پہلوان اکھاڑے میں اتر کر کرتے ہیں۔ ایسا سلام بھی بڑا معنی خیز ہوتا ہے۔ نور الغات میں ایک فارسی ترکیب "عشق پیچاں" استعمال ہوا ہے جسے اردو میں عشق پیچہ کہتے ہیں، ایک بیل کا نام ہے اور جس درخت سے لپٹ جائے اُسے سوکھا دیتے ہیں۔ لوگوں کو ڈر دراصل اس عشق پیچہ نامی بلا سے ہے۔

قواعد کی رُو سے عقل صنف نازک کے حصے میں آئی ہے اور عشق صنفِ آہن کے حصے میں آتا ہے اور مرد آہن کا روپ دھار لیتا ہے۔ البتہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ اِن کو الگ کر ہی نہیں سکتے۔ اقبالؔ کی شاعری کی یہی خوبصورتی ہے کہ وہ عقل و عشق کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ امتزاج اقبالؔ کی شاعری کا خاص عنصر ہے۔ وہ کہیں بھی اس حوالے سے تہی داماں نہیں۔ عقل مسئلے کو چاک کر کے چھوڑ دیتی ہے رفوگر کا کام عشق ہی کرتا ہے۔

اقبال کے تصورِ عقل و عشق پر ایک مختصر تبصرہ ڈاکٹر یوسف حسین خان کی کتاب "روحِ اقبال" سے لیتے ہیں۔ مصنف اقبال کے اشعار کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں:

عقل ہم عشق است واز ذوقِ نظر بیگانہ نیست   لیکن ایں بے چارہ رآں جراتِ رندانہ نیست

باچنیں ذوقِ جنوں پاس گریباں داشتم   در جنوں از خود نہ رفتن کارِ ہر دیوانہ نیست

"عشق کے جنون تخلیق و عمل پر اگر عقل کی روک نہ رہیں تو انسانی معاملے درہم ہو جائیں۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے کہ جنوں کی حالت میں گریباں چاک کرنا تو بہت آسان ہے لیکن یہ دشوار ہے کہ جنون بھی ہو اور گریباں بھی سلامت رہے۔ دراصل یہی عشق و عقل کا امتزاج ہے جو انسانی عمل کو سعادت کی راہ پر لے جاتا ہے۔ اقبالؔ نے اسی مسلک کی حمایت کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اپنی خالص نکھری ہوئی مشکل میں عشق و عقل دونوں ایک ہو جاتے ہیں"۔(۱۸)

اقبالؔ کے نزدیک عقل و عشق کے اپنے اپنے کام ہیں اور اپنے دائرے میں رہ کر کام کرتے ہیں جب کچھ معاملات عقل کے دائرہ اختیار سے نکل جاتے ہیں تو عقل اپنی بے بسی ظاہر کرتی ہے:

تیرے سینے میں دم ہے، دل نہیں ہے

تیرا دَم گرمیِ محفل نہیں ہے

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور

چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے (۱۹)

عقل دراصل عشق تک پہنچنے کی راہ ہے۔ زندگی ویسی نہیں جیسی نظر آتی ہے۔ زندگی کے کٹھن اور تلخ مراحل سے عشق ہی نبرد آزما رہتے ہیں:

؎ وہ پرانے چاک جن کو عقل سی سکتی نہیں

عشق سیتا ہے انہیں بے سوزن و تارِ رفو (۲۰)

اقبالؔ اپنے ایک شعر میں عقل و عشق سے یوں کام لیتا نظر آتا ہے:

؎ خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ

سکھائی عشق نے مجھ کو حدیث رندانہ (۲۱)

اب ہم بلتی شعراء کی طرف دیکھتے ہیں کہ انہوں نے عقل اور عشق کو کس نظر سے دیکھا ہے۔ بلتی شعراء نے بھی صرف عقل کو کارگر نہیں سمجھا ہے۔ اُن کی شاعری میں عقل کے علاوہ فکر اور بصیرت کے جواہر بھی ملتے ہیں بل کہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ انہوں نے عقل کو فکر اور بصیرت کے پَر لگا کر اُسے عشق کے ہم پلہ کھڑا کیا ہے۔ بواعباسؔ کا شعر ملاحظہ ہو:

؎ ملچے لہ تم سینگ لا عقل ہلتوس اشی پاس بیر چوکسید

رگولہ ستر دق مک پولہ تھو نگوچینے کھو سپر چوکسید (۲۲)

ترجمہ: دیکھو تو، خدا نے زبان کو قوت گویائی دی اور دل پہ عقل کی پیوند لگائی دوسری طرف کیسے اُس (ذات الہٰی) نے بدن میں روح اور آنکھوں میں قوت بینائی دی ہے۔ بلتی شعرا کے ہاں نظام عقل و فکر اور نظر کا محور "دل" ہے۔ ابھی زمانے کی روِش یہ بن چکی ہے کہ باہر کی چکاچوند نے والی روشنی سے اندر کی تیرگی بڑھتی جا رہی ہے، لیکن حقیقت بالآخر یہی ہے کہ روشنی اندر سے پھوٹیں۔ دل و نظر پر اقبال کا شعر دیکھیے:

؎ دل بینا بھی کر خدا سے طلب

آنکھ کا نور دل کا نور نہیں (۲۳)

اور مزید فرماتے ہیں:

؎ خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں

ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں (۲۴)

سنی سنائی باتوں سے فلسفہ ءحیات نہیں سمجھ سکتا، زندگی کے داؤ پیچ کو سمجھنا ہو تو صاحب دل اور اہل نظر سے سمجھو۔ اگر عقل، دل اور نظر میں یکتائی نہ ہو تو نظام زندگی درہم برہم ہو جائیں۔ بلتی شاعر بو اعباس کا اِسی پیرائے میں یہ شعر:

سنینگ نہ مک کن درانگوا شنگ نہ عقل لو خسو کھورید

ہلتوس یانی لے چھوسی ژگیلفو ننگمی کھڑولے ننگ کھیورید (۲۵)

ترجمہ:

[آنکھ اور دل میں یکتائی نہیں جب کہ بصیرت اور عقل الگ نظر آتی ہے۔ اے دین کے مالک! دیکھ لیں کہ یہی نام نہاد دین والے ہی دین کی تباہی کا سبب بن رہے ہیں۔ بو اعباس کے ہاں بھی لفظوں کی جادوگری ہے جس کے نہاں خانوں میں درد کی چبھن محسوس ہوتی نظر آتی ہے۔ یقیناً کامل ترین انسان کے لیے ضروری ہے کہ ہزار خوف ہوں لیکن زبان ہو دل کی رفیق۔ عقل کا مسکن دماغ ہے جہاں فکر اور بصیرت اس کو جِلا بخشتی ہے دوسری طرف ظلمت خانہ ءدل، عشق کے نور سے جگمگاتا ہے۔]

بو اعباس کا ایک خوبصورت شعر ملاحظہ فرمائیے:

سنینگ یو دچیمزیہ دگنجینہ چک ان

خدائی مینگپو دوفیالا لیمک ان (۲۶)

اس شعر میں شاعر سید عباس شاہ نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ دل میں فلسفہ ءحیات کا خزانہ پوشیدہ ہے اور اس خزانے کی چابی خدا کا نام ہے۔ خدا کے نام سے ہی دل کا خزانہ کُھلتا ہے۔ بلتی شعراء کے ہاں بھی گوشت پوست سے بنا آدمی معنی نہیں رکھتا، اُن کے ہاں انسان ہونے کے پیمانے کچھ اور ہی ہیں۔ جس خدا کے نام سے گوشت پوست سے بنے آدمی پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے، اُسی خدا کو اقبال اور بلتی شعراء دل میں بسا کر اپنا ہم راز بنانا چاہتے ہیں۔ اقبال کے اشعار کے نمونے دیکھ لیجئے:

خودی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں

یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا (۲۷)

مزید فرماتے ہیں:

جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں

وہ نکلے میرے ظلمت خانہء دل کے مکینوں میں

حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی

مکاں نکلا ہمارے خانہء دل کے مکینوں میں (۲۸)

بو اعباس نے خدا کے نام سے دل کا خزانہ پایا جب کہ اقبال نے دل میں خدا کو پالیا، کیا حسین اور دلکش فکری امتزاج ہے۔

اقبال کی فکر، تخلیق اور تخیل کے جتنے سوتے پھوٹتے ہیں وہ دل سے ہی پھوٹتے ہیں۔ وجدان، بصیرت، عشق اور خودی کے ڈانڈے بھی دل ہی کی سلطنت سے ملتے ہیں:

عشق کے دام میں پھنس کر یہ رہا ہوتا ہے

برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے (۲۹)

دل ہی سے اقبال کو اُن کے خوابوں کی تعبیر ملتی ہیں، دل سے ہی ان کے تصاویر مجسم پیکر کی صورت ڈھل جاتے ہیں۔

مضمون کو بلتی شاعر بو اعباس کے اِن اشعار کے ساتھ سمیٹتا ہوں:

ہلتوسی کھوئے حکتی بزوہلچیا مینے تم

ہلچے ناسنینگ پوئے برینگ۔یقس عقل برژھم

سنینگی دیک پھیے خسبی کلق پو

فیونید کھینگ ناتمی لیجنو عرق پو (۳۰)

بلتی شاعر بواعباس بھی اِن اشعار میں تدبر کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اُس ذات کی حکمت دیکھو، جس نے زبان کو بولنے کی صلاحیت دی جب کہ دل کو فکر کی ملمع کردی اور دِل اور زبان کے بیچ عقل عطا کی تا کہ زبان سے الفاظ کشید ہو کر نکلیں۔

بواعباسؔ نے عقل کو فکر سے صیقل کر کے عشق کے ہم پلہ لا کھڑا کیا ہے اور عقل سے وہی کام لیا ہے جو اقبالؔ عشق سے لیتے ہیں۔ عشق کا محور دِل ہے دوسری طرف فکر اور بصیرت کا مرکز بھی دِل ہے۔ اقبال کے بقول "دلوں کو مرکزِ مہر ووفا کر"۔ بواعباس کے نزدیک اگر عقل کو فکر اور بصیرت کے پَر لگ جائیں تو وہ عشق کی ہم سری کریں۔ ورنہ عقل تو جانوروں کے پاس بھی ہوتی ہے۔۔

مضمون کو سمیٹتا ہوں، اس نکتے کے ساتھ کہ ہماری تمام پریشانیاں ہی زبان اور دل کے ساتھ نہ ہونے سے ہیں۔ عقل کچھ کہتی ہے، دِل کچھ کہتا ہے، ہمارے سامنے دنیا بھی ہے اور دنیاداری بھی۔ دوسری طرف موت بھی۔ دنیا اور آخرت کو ساتھ لے کر کیسے چلیں؟ یہ ہمارا المیہ بھی ہے۔ ہماری دنیاداری ویسی ہونی چاہئے کہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہے۔ بس یہی اقبالؔ اور بلتی شعرا کی شاعری کے موازنے کا محور ہے اور ماحصل کلام یہی ہے، راز اور فلسفہء حیات بھی یہی ہے کہ روشنی ہمارے اندر سے پھوٹیں۔ اب یہ آپ کی جُستجو، تڑپ اور جنون پر منحصر ہے ورنہ بقول اقبال:

ع کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں!

کوئی طوافِ کعبہ کر کے بھی خالی ہاتھ لوٹتا ہے اور کوئی پہاڑ کی کھوہ میں مقید ہو کر بھی رب کا خزانہ پالیتا ہے۔ صرف دنیاداری کی صورت میں ہم ظاہر کے پیچھے بھاگتے بھاگتے تھک جائیں گے، مر جائیں گے، لیکن مُراد پھر بھی نہیں پا سکیں گے۔ اِس وقت ہم "لاحاصل" کی تلاش میں جو "حاصل" ہے اُس کو بھی کھو رہے ہیں، ٹیکنالوجی کی دوڑ، خلائی دوڑ، زمینوں کو ہتھیانے کی دوڑ۔ اب حضرتِ انسان مریخ پر زندگی بسانا چاہتے ہیں، "اِس دنیا" کو تو جہنم بنا چکا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مہر، غلام رسول، "مطالب کلام اقبال"، "بانگِ درا"، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹۷ء) ص:۲۲۸

۲ ۔ غضواپا، وزیر احمد، مرتب" گلدستہء عباس" (کلام ا بو عباس بلتی شاعری)، (اسکردو: شلبیر پرنٹنگ پریس، ، اشاعت سوم، ۲۰۰۳) ص ۳۵۔۳۶:

۳۔ اقبال، محمد، ڈاکٹر، "ضربِ کلیم"، مشمولہ "کلیات اقبال" (اردو)، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، طبع یازدہم، ۲۰۱۳ء)، ص:۲۷

۴۔ حسرت، محمد حسن، ''جوہر بلتستان''،(اسکردو: شبیر پرنٹنگ پریس، ۲۰۱۵ء)، ص:۶۵

۵۔ اقبال، محمد، ڈاکٹر،'' بالِ جبریل''، مشمولہ ''کلیات اقبال (اردو)''،(لاہور: اقبال اکادمی پاکستان ، طبع یازدہم، ۲۰۱۳ء)، ص:۴۰

۶۔ غضواپا، وزیر احمد، ''گلدستہ عباس''، ص 51

۷۔ ''کلیات اقبال، اردو'' بال جبرئیل، ص 169

۸۔ مہر، غلام رسول،''مطالب کلام اقبال'' ،(بال جبرئیل)، ص ۱۳۷

۹۔ حسرت، محمد حسن، ''انیس بلتستان''، (اسکردو: شبیر پرنٹنگ پریس، ۲۰۰۲ء)، ص:۱۲۳

۱۰۔ مہر، غلام رسول،'' مطالب کلام اقبال''، اردو، ص :۱۲۰-۱۲۱

۱۱۔ غضواپا، وزیر احمد ،''گلدستہ عباس''، ص 128

۱۲۔ ہاشمی، حمیداللہ شاہ،''کلیات اقبال فارسی''(اردو ترجمہ و تشریح)، (لاہور: ،مکتبہ دانیال، سن ندارد)، ص۱۸۷

۱۳۔ غضواپا، وزیر احمد ،'' گلدستہ عباس''،ص :۱۳۰

۱۴۔' ہاشمی، حمیداللہ شاہ،' کلیات اقبال، فارسی''، ص :۲۳۳

۱۵۔۔ ایضاً، ص :۲۳۴

۱۶۔ غضواپا، وزیر احمد ،''گلدستہ عباس''، ص :۱۳۱

۱۷۔ ہاشمی، حمیداللہ شاہ،''کلیات اقبال،فارسی'' ، ص :۲۳۵

۱۸۔ خان ،یوسف حسین ،ڈاکٹر،''روح اقبال''،(لاہور: القمر انٹر پرائز،۲۰۱۶ء)،ص:۴۷

۱۹۔ مہر، غلام رسول،''مطالب کلام اقبال، اردو''، بال جبرئیل، ص :۱۵۲

۲۰۔ اقبال، محمد، ڈاکٹر،''ارمغانِ حجاز''، مشمولہ ''کلیات اقبال''،اردو'' ، ص :۴۸

۲۱۔ مہر، غلام رسول،''مطالب کلام اقبال، اردو''،'' بال جبرئیل''، ص :۹۹

۲۲۔ غضواپا، وزیر احمد،'' گلدستہ عباس''، ص :۳۵

۲۳۔''کلیات اقبال، اردو'' بال جبرئیل، ص:۵۱

۲۴۔ ایضا، ص 54

۲۵۔' غضواپا، وزیر احمد ،''گلدستہ عباس''، ص:۶۰

۲۶۔ ایضاً، ص :۲۱۸

۲۷۔ مہر، غلام رسول،''مطالب کلام اقبال، اردو''، بال جبرئیل، ص :۴۰

۲۸۔ مہر، غلام رسول،''مطالب کلام اقبال''، اردو''، ''بانگ درا''، ص ۱۶۰-۱۶۱

۲۹۔۔ ایضاً، ص :۸۶

۳۰۔ غضواپا، وزیر احمد، "گلدستہ عباس"، ص:۲۱۸

References:

1. Mehr, Ghulam Rasool, "The Demands of Iqbal's Poetry", "Bang-e-Dara", (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons, 1997) p. 228
2. Ghazwapa, Wazir Ahmad, compiled "Guldastha Abbas" (Kalam abu Abbas Balti poetry), (Skardu: Shabbir Printing Press, 3rd edition, 2003) p. 35-36
3. Iqbal, Muhammad, Dr., "Zarb-e-Kaleem", included in 'Kaliyat Iqbal' (Urdu), (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, published in Yazdham, 2013), p. 27
4. Hasrat, Muhammad Hassan, "Johar Baltistan", (Skardu: Shabbir Printing Press, 2015), p. 65
5. Iqbal, Muhammad, Dr., "Bal-e-Jabrail", included in "Kaliyat-e-Iqbal (Urdu)", (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 19th edition, 2013), p. 40
6. Ghazwapa, Wazir Ahmad, "Guldasta Abbas", p. 51
7. "Kaliyat-e-Iqbal, Urdu" Bal-e-Jabrail, p. 169
8. Mehr, Ghulam Rasool, "Matalib Kalam Iqbal", (Bal-e-Jabrail), p. 127
9. Hasrat, Muhammad Hassan, "Anis Baltistan", (Skardu: Shabbir Printing Press, 2002), p. 123
10. Mehr, Ghulam Rasool, "Matalib Kalam Iqbal", Urdu, p. 120-121
11. Ghazwapa, Wazir Ahmad, "Guldasta Abbas", p. 128
12. Hashmi, Hamidullah Shah, "Kaliyat-e-Iqbal Persian" (Urdu translation and commentary), (Lahore: Maktaba Daniyal, Sun. 13. Ghazwapa, Wazir Ahmad, 'Guldasta Abbas', p. 130
14. Hashmi, Hamidullah Shah, 'Kaliyat Iqbal, Persian', p. 233
15. Ibid, p. 234
16. Ghazwapa, Wazir Ahmad, 'Guldasta Abbas', p. 121
17. Hashmi, Hamidullah Shah, 'Kaliyat Iqbal, Persian', p. 235
18. Khan, Yusuf Hussain, Dr., "Ruh Iqbal", (Lahore: Al-Laqmar Enterprise, 2016), p. 47
19. Mehr, Ghulam Rasool, 'Matalib Kalam Iqbal, Urdu', Bal Jibraeel, p. 152
20. Iqbal, Muhammad, Dr., "Armaghan-e-Hijaz', included in "Kaliyat Iqbal", Urdu', p. 48
21. Mehr, Ghulam Rasool, ''Matalib Kalam Iqbal, Urdu'', "Bal Jibraeel", p. 99
22. Ghazwapa, Wazir Ahmad, '' Guldasta Abbas'', p. 35
23. ''Kulyat Iqbal, Urdu'' Bal Jibraeel, p. 51
24. Ibid., p. 54
25. Ghazwapa, Wazir Ahmad, 'Guldasta Abbas'', p. 60
26. Ibid., p. 218
27. Mehr, Ghulam Rasool, ''Matalib Kalam Iqbal, Urdu'', Bal Jibraeel, p. 40
28. Mehr, Ghulam Rasool, ''Matalib Kalam Iqbal'', Urdu'', "Bang Dara", p. 160-161
29. Ibid., p. 86
30. Ghazwapa, Wazir Ahmad, 'Guldasta Abbas'', p. 218